ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.1(2023)
(January to June)

عصر حاضر اور علامہ اقبال کی اُردو شاعری

Contemporary and Allama Iqbal's Urdu Poetry

ڈاکٹر محمد شوکت علی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

This article presents a 21 century scenario from Iqbal's Urdu poetry. Allama Iqbal's poetry has high ideology. He does not believe in materialism in the development and promotion of the world, but spirituality is more important to him in the satisfaction of life. He has developed purpose, universality, emotions and feelings in poetry. In his words, aspects of vision, attractiveness, connectedness with life, well-being expansion and comfort are prominent. Even in the 21 century, Iqbal's poetry has a wide range of social, cultural, economic, moral, political and spiritual aspects for the world of humanity. Iqbal's poetry is full of the message of the first and last life. His poetry sends a message of unity to the Islamic nation in modern times. There is a lesson in the survival of the Islamic world in his poetry.

Key words: Allama Iqbal's poetry, Ideology, Materialism, Spirituality, Universality, Attractiveness, Prominent.

اکیسویں صدی میں بھی حضرت علامہ محمد اقبالؒ اردو شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ماضی میں ان کی اردو شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔اُس انقلاب نے پاکستانیت کو فروغ دیا اور آج ہم اسی عہد میں جی رہے ہیں۔اقبال کی ساری شاعری میں تمنائے انقلاب کی کیفیت طاری ہے۔دور جدید میں کوئی حیثیت، کوئی بھی حکمت، کوئی بھی زاویہء نگاہ اور کوئی بھی نظریہ حیات ہو، اقبال کی شاعری سے اس کے حتمی نتائج تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ان کی شاعری سے نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ ساری دنیا میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔شاعری اذہان، شعور، نفسیات، جذبات و احساسات اور فکریات کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔اکیسویں صدی میں بھی اقبال کی شعری عظمتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان کے افکارو نظریات نے ماضی میں بھی سوئی ہوئی قوم کو جگایا اور آج بھی ان کی شعری عظمتوں سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔اردو شاعری میں "کلیات اقبال اردو" بہت اہمیت کی حامل تصنیف ہے۔اس کے شعری فن پاروں میں اکیسویں صدی میں درپیش مسائل کا حل بھی کار فرما ہے۔اقبال کی شعری معنویت میں فکر کی تازگی، بلند آہنگی اور انقلابی رجحانات نمایاں ہیں جن سے جہان تازہ کی نمود کی جاسکتی ہے۔اس ضمن میں علامہ اقبال کا شعر ملاحظہ کیجیے:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا(۱)

علامہ اقبال کی شاعری میں بلند فکریات کی آمیزش نمایاں ہے۔ وہ دنیا کی ترقی و ترویج میں مادیت پرستی کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاں زندگی کی تسکین میں روحانیت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ شاعری میں وہ مقصدیت، روحانیت، آفاقیت، عالمگیریت، جذبات اور احساسات کو فروغ دیتے ہیں۔ ان کے ابتدائی زمانے کی شاعری کے علاوہ تمام کلام میں وسعت نظر، جاذبیت، زندگی سے مربوط، فلاح و بہبود، انبساط اور آسودگی کے پہلوؤں کی آبیاری ہوتی ہے۔ اقبال کی شاعری کی عالمگیریت اور نرالے پن کے ضمن میں سر شیخ عبد القادر لکھتے ہیں:

> ''کسے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہو گا جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھُونک دے گا اور جس کی بدولت غالب کا بے نظیر تخیل اور نرالا انداز بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادب اردو کے فروغ کا باعث ہوں گے، مگر زبان اردو کی خوش اقبالی دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبال سا شاعر اسے نصیب ہوا جس کے کلام کا سکہ ہندوستان بھر کی اُردو داں دنیا کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔''(۲)

علامہ اقبال کے اردو کلام میں ''بانگ درا''، ''بالِ جبریل''، ''ضرب کلیم'' اور ''ارمغان حجاز'' (اردو) بلند پایہ کی تصانیف ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے ان چاروں تصانیف کو ایک مجموعہ کلام ''کلیات اقبال اردو'' کے عنوان سے شائع کیا جا چکا ہے۔ اردو شاعری میں شاعر مشرق نے نہایت ہی پر مغز، پر معنی اور جاذب نظر خیالات و تصورات کو پیش کیا ہے۔ ''کلیات اقبال اردو'' کی پہلی نظم ''ہمالہ'' سے لے کر ''ارمغان حجاز'' کی آخری نظم ''حضرت انساں'' تک کوئی نہ کوئی پیغام لیے ہوئے ہے۔

اکیسویں صدی میں بھی اقبال کی شاعری عالم انسانیت کے لیے معاشرتی، تہذیبی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور روحانی وسعت لیے ہوئی ہے۔ ان کے فکر و فن میں گہرائی اور ہمہ گیری کے پہلو واضح ہیں۔ ان کے کلام میں انسان اور ان کو دور جدید میں در پیش مسائل کا حل موجود ہے۔ ان کے کلام میں قنوطیت یا جمود کی کیفیت نہیں ہے بلکہ ہر تخلیق اپنے اندر کوئی نہ کوئی معاشرتی مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ اقبال کی منفرد شخصیت کے ضمن میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

> ''اقبال کی فلاں نظم خالص متصوفانہ ہے یا فقط مابعد الطبیعیاتی ہے، یا صرف سیاسی ہے یا مذہبی ہے یا معاشرتی ہے یا تخیلی ہے۔ اقبال کی صرف ایک شخصیت ہے اور یہ ایک جامع الحیثیات شخصیت ہے۔ یہ ایک مربوط شخصیت ہے جس کے ہاں انسان اور اس کے مسائل، کائنات اور اس کے امکانات، زندگی اور اس کے تنوعات، بنی آدم کا مستقبل اور اس کے پھیلتے ہوئے آفاق۔ سب ایک مکمل کل کے اجزاء ہیں۔''(۳)

اقبالؒ کی اردو شاعری میں زندگی سے مربوط عناصر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ان کی شاعری میں عالم انسانیت کے لیے سبق آموز پیغامات ملتے ہیں۔انسانی زندگی میں غم کی کیفیات کی آمیزش رونما ہوتی ہے، لیکن شاعر مشرق اس غم کو خون جگر کے ساتھ انبساط اور آسودگی کی طرف لے جانے کی ترغیب دیتے ہیں۔دور جدید کا انسان خود غرض اور نفس پرست ہوتا جارہا ہے۔اسے مذہبی، قومی اور اخلاقی قدروں کا کوئی پاس نہیں ہے۔جب کہ اکیسویں صدی کے انسان کو چاہیے کہ وہ زندگی میں ہمدردی، مروت، ایثار، بھائی چارے اور جذب باہمی کو اپنائے۔ غم سے زندگی میں جمود کو توڑا جاسکتا ہے اور کائنات کے پوشیدہ رازوں کو پایا جاسکتا ہے۔علامہ اقبال اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے(۴)
ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نقطہ تاروں کی زندگی میں(۵)

اکیسویں صدی کا مسلمان اسلامی اقدار و روایات سے بہت دور ہو چکا ہے۔وہ مغربیت کی مادہ پرستی میں زندگی کے آثار تلاش کرنے میں لگا ہوا ہے۔اس میں ہمارے مکتب، سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کا بھی ہاتھ ہے جو نوجوان نسل کو اسلامی تعلیمات سے دور کر رہے ہیں۔اقبال اس طرح کے مکتب اور معلم سے بھی نالاں ہیں جو نوجوانوں میں اسلامیات کی روح بیدار کرنے کی بجائے، اسے فراموش کر رہے ہیں۔اس ضمن میں اقبال کے اشعار ملاحظہ ہوں:

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا(۶)
گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ(۷)

اقبالؒ کی اردو شاعری میں عشق کا عنصر بھی نمایاں ہے۔اردو شعرا کے ہاں عشق و محبت کی کیفیات عام ہیں، لیکن وہ عشق مجازی کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھتی ہیں۔اقبال کے ہاں یہ کیفیات عشق حقیقی کے طور پر رونما ہوتیں ہیں۔ان کا عشق ذوق جمال الٰہی سے منسلک ہے۔عشق اداب خود آگاہی سکھاتا ہے اور اگر عشق حضرت ابراہیمؑ جیسا ہو تو آتش نمرود کی حقیقت بھی ناپید ہو جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک آج کا مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہے اور دور حاضر کی مغربی استعماریت، ظلم و ستم، بربریت، سفاکیت، نفرت اور عصبیت نمرودی طاقتوں کی مثال ہے۔اکیسویں صدی کے مسلمان کے لیے عشق ابراہیمیؑ، ذوقِ ابراہیمیؑ اور ایمانِ ابراہیمیؑ کی ضرورت ہے۔اقبالؒ اس کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی(۸)
آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے(۹)
آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا(۱۰)

علامہ محمد اقبال جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔ان کے ہاں اعلیٰ پایہ کے فلسفیانہ نظریات و تصورات، فنی وجدان، مذہب، سیاست، فکر و فن، تعلیمی تصورات اور روحانی خیالات سبھی منفرد انداز میں اجاگر ہوتے ہیں۔کلام اقبال میں قرآن اور رسول ﷺ سے محبت اور عقیدت کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔پاکستانیت کے قیام کا خواب بھی شاعر مشرق کی دوراندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ان کے اس خواب کو ایک واہمہ ہی سمجھا جاتا رہا۔ہندو اور انگریز مسلمانوں کی آزادی کے خلاف تھے۔وہ پاکستانیت کے سخت خلاف تھے اور امتِ مسلمہ کو غلام بنانے کی کاوشوں میں ہر لحظہ سرگرم رہتے تھے۔ہندو سامراجیت اور برطانوی استعماریت نے پاکستانیت کے خلاف بھرپور پراپیگنڈہ کیا۔لیکن اللہ پاک کے فضل و کرم سے شاعر مشرق کے خواب کی تعبیر پاکستان کے قیام کی صورت میں ہوئی اور دنیا کے نقشے پر ایک نئی اسلامی مملکت کا اضافہ ہوا۔

اکیسویں صدی کے تناظر میں علامہ اقبال کی فکر اسلامی معاشرے کے تصور کو قائم کرنے کی خواہاں ہے۔اسلامی معاشرے کی ترویج اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب مرد مومن میں اقبال کے نظریہ ''خودی'' کی کیفیت مضبوط اور طاقت ور ہو گی۔وہ نفس کے ناسور سے پاک اور فقر کی دولت سے باکمال ہو گا۔اس کی صفات میں پاک بازی، صاف نیت، خوش اخلاقی، خوش مزاجی، نیابت الہیٰ اور اطاعت الہیٰ کے پہلو نمایاں ہو۔دور جدید میں ملت اسلامیہ کی ترقی و ترویج کے لیے ضروری ہے کہ رنگ و نسل اور علاقائی تعصبات سے پاک معاشرہ قائم کیا جائے۔اخوت و محبت اور عدل و انصاف پر اسلامی معاشرے کی بنیاد قائم کی جانی چاہیے۔اس ضمن میں اقبال کا ایک پُر معنی شعر ملاحظہ ہو:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا(۱۱)

اکیسویں صدی میں ملت اسلامیہ کی انسانیت دم توڑ چکی ہے۔یہاں علاقائی، جغرافیائی، لسانی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی تعصب، نفرت، قینہ، بغض، فساد اور تضاد کی لہر زیادہ نمایاں ہے۔جبکہ دور جدید کے انسان کو خلوص، ہمدردی، بھائی چارے، محبت و اخوت، فلاح و بہبود، انبساط و آسودگی اور خوش اخلاقی کا پرچار کرنا چاہیے۔یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ملت اسلامیہ قرآن حکیم کے اصول

و ضوابط پر کاربند ہو گی۔ اقبال کے افکار و نظریات میں بھی قرآن کی تعلیمات نے اثرات مرتب کیے۔ کلام اقبال کی بیشتر نظموں اور موضوعات میں قرآنی تعلیمات کے اثرات نمایاں پائے جاتے ہیں۔ اس ضمن خالد بزمی لکھتے ہیں:

> ''نظم مجموعی طور پر اقبال کا پیغام دراصل قرآن کے پیغام کی شرح و وضاحت ہے۔ آج جو لوگ اقبال کے بعض اشعار اور فرمودات کو سیاق و سباق سے الگ کر کے انھیں اشیراک پسند ثابت کرنے کی جسارت اور علمی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں، انھیں معلوم ہونا چاہیے۔۔۔۔ کہ قرآن کی تعلیمات سے اشتراکیت کے ملحدانہ افکار و نظریات کی نفی ہوتی ہے۔''(۱۲)

اقبال کی شاعری اول و آخر زندگی کا پیغام اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ان کی نظموں میں سوز و گداز کا مداوا ہے، انسانیت کی تکمیل اور روح حیات کی آمیزش ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر شاعری انسان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو زندہ کر دے اور قوتوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو تو ایسی شاعری ''جذویست از پیغمبری'' کا درجہ رکھتی ہے۔ اقبال کی شاعری سے ارتقا اور حرکیات کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ تسخیر کائنات کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدر اور انسانیت سے آگاہی ہوتی ہے۔ ان کی اردو شاعری میں ایمان و یقین کے ساتھ زندگی کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بقول فرمان علی طاہر:

> ''اقبال نے اردو شاعری کو ''وحدت فکر'' عطا کی، وہ شاعر حیات ہے۔ ان کے ہاں زندگی کا سوز و ساز ہے۔ جذبہ خلوص اور بصیرت افروز دلنشیں باتیں ملتی ہیں۔ وہ بڑے یقین اور ایمان کے ساتھ زندگی کے مقاصد کو پیش کرتا ہے۔ فطرت نے اقبال کو ایک شاعر اور فن کار پیدا کیا ہے۔''(۱۳)

علامہ اقبال کی اردو شاعری میں سیاسی، مذہبی، سماجی، اخلاقی، روحانی اور آفاقی پہلوؤں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ان کی شاعری بلند فکریات کی شاعری ہے۔ ان کی شاعری میر تقی میر، حافظ، غالب، جامی، ورڈزورتھ اور کیٹس وغیرہ کی شاعری سے منفرد مقام کی حامل ہے۔ دیگر شعرا کی شعری معنویت میں حسن و جمال کے ساتھ درد و گداز کی کیفیات نمایاں ہیں۔ جب کہ اقبال کے ہاں حسین و جمیل اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ سماجی، سیاسی اور معاشی نظریات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی شاعری میں زندگی کی نفسیاتی عظمت خیال کو اہم قرار دیا جا سکتا ہے۔ شاعری کی پہلی منزل حسنِ بیان تو ہو سکتی ہے، لیکن بلند خیالی کے بغیر حسن بیان بھی بے سود ہے۔ اقبال کی شاعری میں بلند خیالی، بلند ہم آہنگی، معنی آفرینی، ندرت، غنائی، تشبیہات و استعارات، کنایہ اور تلمیحات سبھی کچھ تو موجود ہے۔ جگن ناتھ آزاد ''مسجد قرطبہ'' کو اقبال کی ایک عظیم نظم تصور کرتے ہیں۔ اردو شاعری میں اقبال کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے اس ایک نظم کو ہی کافی تصور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ نظم صرف اقبال ہی کا شاہکار نہیں بلکہ ساری اردو شاعری کا شاہکار ہے۔ اردو شاعری میں اس نظم کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا تو بھی ہماری شاعری دنیا کی صف اول کی شاعری میں ایک ممتاز مقام حاصل کر سکتی تھی۔''مسجد

قرطبہ "شعریت، رومانیت، حقیقت پسندی، رمزیت اور ایمائیت کا ایک ایسا حسین و جمیل امتزاج ہے کہ ہماری ساری اردو شاعری رو۳زِ اول سے آج تک کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔"(۱۴)

علامہ اقبال کی بہترین نظموں میں تسخیر فطرت، تنہائی، شمع و شاعر، والدہ مرحومہ کی یاد میں، خضر راہ، طلوع اسلام، مسجد قرطبہ، ذوق وشوق، ساقی نامہ، لاالہٰ الا اللہ، ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، شعاعِ امید اور ابلیس کی مجلس شوریٰ قابل ذکر ہیں۔ اقبال کی اردو شاعری میں مذکورہ نظموں کے مطالعے سے اقبال کی شعری معنویت کا باخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اکیسویں صدی کے تناظر میں دیکھا جائے تو علامہ اقبال ملت اسلامیہ کو قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور الفاظ و معانی پر غور کرنے کی تلقین کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تلاوت قرآن پاک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن پاک نوع انسانی کے ہر ذی روح کو اطاعت خداوندی کی طرف راغب کرتی ہے۔ اسی میں دنیا اور آخرت میں کامیابی کے رموز و اوقاف پنہاں ہیں۔ ابو محمد مصلح قرآن اور اقبال کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"شاعر اعظم قرآن مجید کی تلاوت کے وقت وجد میں آجاتا تھا۔ قرآن مجید سن کر اس کی عجیب حالت ہو جاتی تھی۔ گویا روح پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہے۔ ایک دفعہ ایک عرب نے قرأت شروع کی ادھر اقبال بے قرار ہوگئے اور بے اختیار رونے لگے۔ اقبال اپنی نظموں کو بھی ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ خدا کے کلام کو سنوار کر نہ پڑھتے۔ قرآن مجید کی تلاوت با آواز بلند کرتے تھے جس سے اُن کے قلبی جوش کا اظہار ہوتا تھا۔"(۱۵)

اکیسویں صدی میں ملت اسلامیہ کو اتحادِ عالم اسلامی کی اشد ضرورت ہے۔ اقبال کی ابتدائی شاعری میں وطنیت پرستی کے عناصر زیادہ تھے، لیکن قیام یورپ میں جب انھوں نے وہاں مادیت پسندی اور وطنیت پرستی کا گہرائی سے مشاہدہ کیا، تو ان کے تصورات و نظریات میں واضح تغیر و تبدل پیدا ہوا۔ ان کے نظریات میں جغرافیائی حدود اور زمینی وطن پرستی سے زیادہ اسلامی تعلیمات کے اثرات زیادہ نمایاں ہوئے۔ اس طرح وہ پین اسلام ازم کے حامی ہوگئے اور کہنے لگے:

چین و عرب ہمارا　　ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا(۱۶)

علامہ اقبال ملت اسلامیہ کو ایک جسم و جان کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اتحاد عالم اسلام کے بہت بڑے داعی تھے۔ وہ مشرق و مغرب بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں۔ کیوں کہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی بقا اور ترقی و

ترویج کے لیے کٹھ جوڑ کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر مسلمان اتحاد نہیں کرے گے تو ذلت اور رسوائی ان کے دامن میں پڑی ہے۔ عالم اسلام کو اتحاد اور بھائی چارے سے رہنا چاہیے تاکہ کوئی میلی آنکھ سے ان کی طرف نہ دیکھ سکے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کا شغر
جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر(۱۷)
بتاںِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی،نہ ایرانی نہ افغانی(۱۸)

اکیسویں صدی کے منظر نامے میں اقبال کی شاعری کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے کیوں کہ ان کی شاعری میں قنوطی عناصر نہیں ہیں، بلکہ رجائیت پسند خیالات و تصورات پائے جاتے ہیں۔ ان کے ہاں زندگی میں جمود کی کیفیت طاری نہیں ہوتی بلکہ زندگی کو حرکیات میں رکھنے کا سبق ملتا ہے۔ اقبال نے جس دور میں معاشرے کا مشاہدہ کرنا شروع کیا، اس وقت بھی ملت اسلامیہ پر جمود کی کیفیت طاری تھی۔ دنیا میں ہر طرف ملت اسلامیہ پر ظلم و ستم، استعماری اور سامراجی قوتوں کا غلبہ تھا۔ اقبال نے اس دور میں قوم کو ان کی خودی کا احساس دلایا اور شاہین کی طرح نڈر، خوددار اور بلند پروازی کا سبق دیا۔ دور حاضر میں مسلمان ممالک میں بربریت اور سفاکیت کی انتہا کی جارہی ہے ۔ آج فلسطین، عراق، شام، ایران، آسام، برما، افغانستان، کشمیر اور یہاں تک کے پاکستان میں بھی دہشت گردی کے واقعات رونما ہورہے ہیں۔ مشرقی وسطیٰ میں ظلم کی داستان لکھی جارہی ہے اور اس سب کے عقب میں مغربی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ اقوامِ متحدہ بھی مغربی یورپین کے حق میں ہے، اسے مسلمانوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مغربی طاقتیں مشرقی وسطیٰ میں اپنا تسلط قائم کر کے ملت اسلامیہ کو اپنا غلام بنانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس نازک دور میں ملت اسلامیہ کو اتحاد کی ضرورت ہے ،فکر اقبال نے بھی اسی پر زور دیا ہے اور قرآن مجید میں بھی تفرقے میں نہ پڑنے اور بھائی چارے کا ہی درس دیا گیا ہے۔ اقبال کی شاعری میں اکیسویں صدی کے اس نازک دور کے حل کی نوید موجود ہے۔ کلام اقبال میں ملت اسلامیہ کے پیچیدہ مسائل کا حل موجود ہے، لیکن ضرورت غور و فکر کرنے کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۶۱۳

۲۔ سر شیخ عبد القادر، دیباچہ، کلیات اقبال اردو، ص ۳۵/۱۹

۳۔ احمد ندیم قاسمی، پورا اقبال، مشمولہ، اقبال شناسی اور ایکو، مرتبہ، ڈاکٹر طارق عزیز، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۱

۴۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، ص ۱۸۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۰۲

۶۔ ایضاً، ص ۳۶۸

۷۔ ایضاً، ص ۲۷۷

۸۔ ایضاً، ص ۳۱۰

۹۔ ایضاً، ص ۲۸۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۳۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۰۰

۱۲۔ خالد بزمی، قرآن اور اقبال، اقبال شناسی اور النخیل، مرتب، ڈاکٹر طاہر تونسوی، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۳۳

۱۳۔ فرمان علی طاہر، اقبال کا فکر و فلسفہ، مشمولہ، اقبال شناسی اور النخیل، ص ۴۳

۱۴۔ جگن ناتھ آزاد، اقبال کی شاعری، مشمولہ، اقبال بحیثیت شاعر، مرتبہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طباعت دوم، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۸

۱۵۔ ابو محمد مصلح، قرآن اور اقبال، ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۹ھ، ص ۲۵

۱۶۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، ص ۱۸۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۹۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۰۰

مآخذ

۱۔ ابو محمد مصلح، قرآن اور اقبال، ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۹ھ

۲۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، (مرتب)، اقبال بحیثیت شاعر، مجلس ترقی ادب، لاہور، طباعت دوم، ۲۰۰۷ء

۳۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، (مرتب)، اقبال شناسی اور النخیل، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۹ء

۴۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، (مرتب)، اقبال شناسی اور ایکو، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۸ء

۵۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء